خطبہ جمعہ

جو شخص قرآن کو پڑھتا ہے جبکہ اس کا پڑھنا اس کے لئے بڑا مشکل ہے تو اس کے لئے دہرا اجر ہوگا

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے تم بھی اسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو۔

احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے قرآن مجید کے فضائل و برکات و تاثیرات کا تذکرہ

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۲۶/ نومبر ۱۹۹۹ء بمطابق ۲۶/ نبوت ۱۳۷۸ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا کَبِیْرًا﴾ (سورة بنی اسرائیل آیت ۱۰)

اس کا سادہ ترجمہ یہ ہے یقیناً یہ قرآن اس (راہ) کی طرف ہدایت دیتا ہے جو سب سے زیادہ قائم رہنے والی ہے اور ان مومنوں کو جو نیک کام کرتے ہیں بشارت دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر (مقدر) ہے۔

قرآن کریم کے تعلق میں اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اور رمضان شریف بھی قریب آرہا ہے اور تلاوت قرآن کریم پر بہت زور ہوگا میں نے چند اقتباسات احادیث کے چنے ہیں جو قرآن کریم کی عظمت کو دلوں پر گہری طرح جماتی ہیں اور کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰة والسلام کے اقتباسات ہیں جو میں نے چنے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ خطبہ ان تمام اقتباسات کے لئے کافی نہ ہو تو جو بقیہ بچیں گے وہ انشاء اللہ اگلے خطبہ میں پیش کر دئے جائیں گے اور اگلے خطبہ کے ساتھ ہی پھر اس کے بعد رمضان کا شروع ہونے والا خطبہ بعد میں آنے والا ہے ان دونوں کو اکٹھا انشاء اللہ تعالیٰ ملا دوں گا۔

پہلی روایت جو پیش کی جارہی ہے یہ ترمذی کتاب فضائل القرآن سے لی گئی ہے۔ ابوسعید سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا "رب عزّ و جل فرماتا ہے کہ جسے قرآن کریم اور میرے ذکر نے مجھ سے مانگنے سے باز رکھا تو جو کچھ میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں اس میں سے بہترین اسے دوں گا"۔ اب مانگنے سے باز رکھا یہ بہت ہی اہم نکتہ ہے جس کو سمجھ لینا چاہئے۔ مراد یہ ہے کہ بعض لوگ ذکر الٰہی میں ایسے مصروف رہتے ہیں اور قرآن کریم کی تلاوت میں کہ ان کو اپنے لئے مانگنے کی ہوش ہی نہیں ہوتی اور ذکر الٰہی کا مضمون ہر وقت دل پہ طاری رہتا ہے تو ایسے لوگوں کے لئے مانگنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی احتیاج کو جانتا ہے، اللہ جانتا ہے کہ ان کو کیا ضرورت ہے۔

جیسے حضرت موسیٰ کی یہ خاص دعا جو میں ہمیشہ بڑی محبت سے ذکر کیا کرتا ہوں 'رَبِّ اِنِّی لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ' اے خدا میں تو فقیر بنا بیٹھا ہوں مگر اس کے لئے جو تو جانتا ہے کہ مجھے ضرورت ہے۔ مجھے تو اپنی حاجتوں کا بھی علم نہیں۔ تو اس لئے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں اپنی زندگی گزارنا اور مانگنے کا وقت بھی نہ رہنا یا مانگنے کا خیال ہی نہ آنا یہ بات اللہ تعالیٰ کو بہت پسند آتی ہے اور فرماتا ہے کہ میں اسے بہترین اجر دوں گا۔ جتنے مانگنے والے لیتے ہیں اس سے بھی زیادہ اجر ان کو دوں گا۔ "جو کچھ میں مانگنے والوں کو دیتا ہوں اس میں سے بہترین اسے دوں گا"۔ یہ الفاظ ہیں "اور کلام اللہ کے ہر دوسرے کلام پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی فضیلت اس کی تمام مخلوق پر"۔

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا لوگوں میں سے اللہ کے بھی عزیز ہوتے ہیں"۔ لفظ اہل استعمال ہوا ہے اور اہل سے مراد بچے بھی ہو سکتے ہیں خاندان والے بھی ہو سکتے ہیں مگر بچے اور خاندان والے تو اللہ تعالیٰ کے ہوتے کوئی نہیں اس لئے اس کا اردو میں بہترین متبادل ترجمہ عزیز ہے، اللہ کے لئے عزیز ہوتے ہیں اس کے پیارے اپنوں کی طرح ہوتے ہیں۔ تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سے اللہ کے بھی عزیز ہوتے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ ان میں سے اللہ کے عزیز کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا قرآن والے اللہ کے عزیز ہیں اور اس کے خاص بندے ہیں"۔ وہ جو قرآن سے محبت کرتے ہیں وہ قرآن والے ہیں جو خدا کو عزیز ہیں۔

بخاری کتاب فضائل القرآن سے یہ حدیث لی گئی ہے۔ "حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جس نے خود قرآن کریم پڑھا اور دوسروں کو پڑھایا"۔ تو اس کثرت سے جماعت میں خدا کے فضل سے قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والے موجود ہیں اور خاص طور پر عورتوں کو اس کا بہت شوق ہوتا ہے اور بہت سی عورتیں میں جانتا ہوں بکثرت عورتیں ہیں جماعت میں جن کا شغل ہی یہ ہے کہ قرآن کریم پڑھیں اور آگے لوگوں کو پڑھائیں۔ بہت سے ہمارے بچے ہیں جو ان عورتوں سے پڑھ کر جوان ہوئے ہیں اور بچپن ہی سے قرآن کریم کی محبت ان کے دل میں داخل ہو گئی ہے۔

تو اس سلسلہ میں میں نصیحت کرتا ہوں خواتین کو کہ پڑھنا، ظاہری طور پر پڑھ لینا اور اس کو آگے پڑھانا کافی نہیں ہوا کرتا کوشش کریں کہ قرآن کریم کے مفاہیم کو سمجھیں اور جب بچوں کو پڑھائیں تو ان کے دل میں بھی قرآن کا مفہوم اترے۔ اس سے عام پڑھانے کی نسبت زیادہ ثواب ملے گا اور درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو توفیق عطا فرماتا رہتا ہے۔ ان خواتین کی اپنی تربیت ہوگی اور مرنے سے پہلے پہلے قرآن کریم کے بہت سے مفاہیم ان کے دل پر روشن ہو چکے ہونگے۔

حضرت زید سے روایت ہے صحیح مسلم کتاب صلوٰة المسافرین میں یہ کہتے ہیں کہ "انہوں نے ابوسلام سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوامامہ الباہلی نے مجھے بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قرآن پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لئے بطور شفیع آئے گا"۔ قرآن کریم بھی بطور شفیع آئے گا، رسول اللہ ﷺ بھی بطور شفیع ہونگے، ان دونوں کا فرق کیا ہے؟ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تو شفیع ہیں بالارادہ اور قرآن کریم ان معنوں میں شفیع ہوگا جن معنوں میں آپ آخر پر قرآن کریم کی تلاوت ختم کرنے کے بعد یہ دعا کرتے ہیں 'وَاجْعَلْهُ لِیْ حُجَّةً یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ' کہ اے میرے اللہ اس کتاب کو میرے حق میں حجت بنا دے۔ گویا مطلب یہ ہے کہ میں نے اس کے سارے تقاضے پورے کرنے کی کوشش کی ہے تو یہ قرآن میرے حق میں گواہی دے دے۔ پس ان معنوں میں قرآن کریم شفیع ہوگا ورنہ بالارادہ شفاعت تو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو سب شفیعوں سے زیادہ عطا کی گئی ہے۔

ابوداؤد کتاب الصلوٰة "براء بن عاذب سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو"۔ قرآن تو زینت بخشنے والا ہے، قرآن کو تو زینت نہیں بخشی جا سکتی مگر جب اچھی آواز سے تلاوت کی جائے تو زیادہ گہرا اثر پڑتا ہے تو ان معنوں میں قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو یعنی زیادہ اچھی آواز میں تلاوت کرنے والا دوسرے کے دل پر زیادہ گہرا اثر ڈالتا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک بخاری باب حسن الصوت بالقرآءة سے روایت لی گئی ہے۔ آپ عرض کرتے ہیں کہ "آنحضرت ﷺ نے مجھے فرمایا: قرآن مجید سناؤ۔ مَیں نے حیران ہو کر عرض کیا کہ حضور، یارسول اللہ! مَیں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن آپؐ پر نازل کیا گیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔ تب مَیں نے سورة النساء کی تلاوت شروع کی۔ جب مَیں

اس آیت پر پہنچا کہ ”کیا حال ہو گا جب ہم ہر ایک امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ان سب پر تجھے گواہ بنائیں گے“۔ تمام انبیاء اپنی اپنی امت کی گواہی دیں گے اور ان سب سے بالا گواہی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہو گی جو باقی نبیوں پر بھی ہو گی۔ آپؐ نے فرمایا بس! بس! تلاوت ختم کر کے جب مَیں نے آپؐ کی طرف دیکھا تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جاری تھی“۔ اس بات پر ٹپ ٹپ آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ کیا وقت ہو گا جب میں قیامت کے دن سب نبیوں پر بھی گواہ ٹھہروں گا۔

ترمذی کتاب فضل القرآن سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص قرآن کو ایسے طور پر پڑھتا ہے کہ وہ اس کی قراءت میں ماہر ہے تو وہ معزز سفر کرنے والے نیکوکاروں کے ساتھ ہو گا۔ اور جو شخص قرآن کو پڑھتا ہے جبکہ اس کا پڑھنا اس کے لئے بڑا مشکل ہے تو اس کے لئے دہرا اجر ہو گا“۔ اب قرآن کریم کو پڑھنا مشکل ہے یہ مسئلہ ہے سوچنے والا۔ قرآن کریم جس کے لئے آسان ہے اس کو تو اجر مل گیا۔ جس کے لئے مشکل ہے اس کو دوہرا اجر کیسے مل سکتا ہے۔ تو اس مشکل کے زمانہ کو آج کے زمانہ میں اس طرح بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ احمدیوں کو قرآن کریم کی تلاوت کی پاکستان میں اجازت نہیں ہے اور جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو اس کی سزا بھی بھگتتے ہیں۔ پس قرآن کی تلاوت جب مشکل ہو اس وقت ادا کرنا بہت ہی بڑا کام ہے۔

دوسرے بعض دفعہ نیند کے غلبہ کی وجہ سے بھی تلاوت مشکل ہو جاتی ہے۔ تھکا ہوا انسان اس وقت اگر زور لگا کر قرآن کریم کی تلاوت کرے اور اسے قائم کرے تو یہ ایک دوہرے اجر کا موجب بات ہو گی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی احادیث میں بہت سے بطون ہیں۔ جس طرح قرآن کریم کی آیات کے بطون ہیں اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں میں بھی درجہ بدرجہ اور گہرے معانی ملتے چلے جاتے ہیں اگر آپ ان کو تلاش کریں۔

بخاری کتاب فضائل القرآن۔ ”زُھری کہتے ہیں کہ سالم بن عبداللہ نے مجھے بتایا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ دو شخصوں کے علاوہ کسی پر حسد جائز نہیں۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ نے کتاب (یعنی قرآن کریم) عطا فرمایا اور وہ اس کو رات کی گھڑیوں میں کھڑا رہ کر پڑھتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اُسے دن اور رات کی گھڑیوں میں خرچ کرتا ہے“۔

حسد کا لفظ سمجھانے والا ہے کیونکہ قرآن کریم میں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ حاسد کے شر سے ہمیں بچا۔ اصل میں رشک لفظ ہے جو اس کے لئے اردو میں استعمال ہوتا ہے اور وہ مناسب ہے۔ حدیث میں حسد ہی لفظ لکھا ہوا ہے مگر بمعنی رشک۔ مطلب یہ ہے کہ حسد میں تو انسان چاہتا ہے کہ دوسرے کا برا ہو، اسے یا نیچا کرے یا اس سے ویسے اونچا نکل جائے لیکن اس کے بل پر اونچا نکلے جیسے کسی کے سر پر کوئی کھڑا ہو جائے۔ رشک کے یہ معنی بالکل نہیں ہیں۔ رشک کا مطلب ہے کسی کو اچھا دیکھ کر اس کے لئے بھی دعا کرو اور اپنے لئے بھی دعا کرو، یہ رشک ہے۔ تو عربی میں غالباً حسد کا لفظ ان معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اس لئے میں نے اردو میں ترجمہ اس کا رشک کیا ہے۔

ایوب بن موسیٰ بیان کرتے ہیں اور یہ ترمذی کتاب فضائل القرآن سے حدیث لی گئی ہے کہ ”مَیں نے محمد بن کعب القُرَظِیّ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ہر نیکی کا بدلہ دس گُنا ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک الگ حرف ہے اور لام ایک الگ حرف اور میم ایک الگ حرف ہے“۔ تو الف لام میم کے جو معانی ہیں ان حرفوں کے نتیجہ میں وہ بھی الگ الگ حرف کے طور پر شمار ہوں گے اور اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نیکی عطا فرمائے گا۔

ہر نیکی کا بدلہ دس گنا ہے۔ اب یہاں مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس چیز سے دس گنا۔ ایک تو عام نیکی کا بدلہ ہے کہ جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ بدی کا بدلہ اتنا ہی دوں گا جتنی بدی ہے اور نیکی کا بدلہ دس گنا بڑھا کر۔ لیکن قرآن کریم کی دوسری آیات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جو درجہ ہے یہ اتنا بڑھایا جا سکتا ہے کہ سات سو گنا اور جس کے لئے اللہ چاہے اس کے لئے اس سے بھی زیادہ بڑھا دے۔ پس یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ہماری تلاوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تلاوت ایک ہی جیسی ہو گی یا ہم میں سے ہر ایک کی تلاوت ایک جیسی ہو گی۔ وہ درجہ بدرجہ دل کے اندر پیدا ہونے والے جذبات سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ اگر تلاوت ایسی ہو جو دل کو ہلائے اور دل میں ایک لرزہ پیدا کرے اور قرآن کریم کی عظمت دل میں بٹھائے تو یہ تلاوت جو ہے یہ وہ تلاوت ہے جو دس گنا چھوڑ کے سینکڑوں گنا بڑھ سکتی ہے یعنی سات سو گنا تک تو ذکر ہے اور ساتھ یہ ذکر ہے کہ اللہ جس کو چاہے اس سے بھی زیادہ بڑھا سکتا ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں اور چند اقتباسات انشاء اللہ اگلے خطبہ کے لئے رکھ دئے گئے ہیں اور امید ہے کہ انہی اقتباسات پر ہی آج اکتفاء کی جائے گی۔ ملفوظات جلدسوم صفحہ ۱۵۲۔ ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن شریف غم کی حالت میں نازل ہوا ہے، تم بھی اُسے غم ہی کی حالت میں پڑھا کرو۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی زندگی کا بہت بڑا حصہ غم واَلَم میں گزرا ہے“۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو غم کیا تھا اور کس کا تھا؟ سوال یہ ہے۔ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ سورۃ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے اس میں پہلوں کا غم مراد ہے کہ گذری ہوئی قومیں اپنے بداعمال کے نتیجہ میں ہلاک کر دی گئیں۔ ان کا بھی آپ کو غم تھا اور جو آنے والی قومیں تھیں جنہوں نے ہلاک ہو جانا تھا ان کا بھی آپ کو غم تھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں عیسائیوں کے متعلق، ان کے شرک کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غم کا بیان ہے اور ایک آیت ہے جو ہر پہلے اور دوسرے غم پہ چسپاں ہوتی ہے ’ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا‘ کہ تو ان کفار کے غم میں اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا۔ اتنا صدمہ ہے تجھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا غم پہلوں کے لئے بھی تھا اور آخرین کے لئے بھی تھا اور اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں زندگی کا بہت بڑا حصہ غم والم میں گزرا ہے۔ پس قرآن کریم کو اگر دردناک آواز سے پڑھا جائے تو یہ زیادہ مناسب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑو کہ تمہاری اِسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے اُن کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوعِ انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم“۔

(کشتی نوح صفحہ ۱۳)

کتابیں تو اور بھی ہیں اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کُل چار کتابیں ہیں۔ ”چار کتاباں عرشوں اتریاں“ پنجابی میں محاورہ ہے لیکن وہ کتابیں اب پرانی ہو چکی ہیں اور ان کی جو بہترین تعلیم ہے وہ ساری قرآن کریم میں آچکی ہے صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ وَ مُوْسٰى میں جو کچھ بھی رکھنے والی باتیں تھیں وہ تمام کی تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عطا فرما دی ہیں۔ تو اس پہلو سے آپ فرماتے ہیں ”نوعِ انسان کے لئے رُوئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن۔ اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم“۔

پھر اسی مضمون کو بہت زور دار الفاظ میں ایک اور جگہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۴۶۷ حاشیہ در حاشیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۵۷)۔ ”اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اُٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے“۔

یہ عبارت تو بالکل واضح ہے مگر بعض لوگوں کو چونکہ اردو نسبتاً کم آتی ہے، مشکل ہوتی ہے اس لئے ان کو سمجھانے کی خاطر میں اس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ ”اتم و اکمل“۔ اتم سے مراد ہے جس پر ساری نعمتیں مکمل طور پر تمام ہو چکی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر سب نعمتیں مکمل طور پر تمام ہو گئیں اور اکمل ان معنوں میں کہ آپ کی تعلیم سب کتابوں سے زیادہ اکمل ہے۔ دنیا بھر میں کوئی کتاب بھی ایسی نہیں جس میں تمام کمالات جمع ہوئے ہوں اور پہلوں کے کمالات میں سے میں ایک حدیث بیان کر چکا ہوں۔ حدیث میں بیان کردہ باتیں آپ کے سامنے رکھ چکا ہوں۔ قرآن کریم میں جو کمالات اکٹھے ہوئے ہیں اس سے پہلے جتنی بھی نبیوں کی کتابیں نازل ہوئی ہیں اب ان کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ وہ سارے کمالات قرآن کریم میں اکٹھے ہو گئے ہیں۔

پھر فرمایا ”اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں“۔ اصل میں اس دنیا میں کئی قسم کے ظلماتی پردوں میں انسان رہتا ہے نفس کی انانیت میں چھپا ہوا ہوتا ہے اپنی بڑائی میں، دوسری چیزوں میں، یہ سب ظلمات ہیں۔ دلچسپیاں غیر چیزوں میں ہو جاتی ہیں تو قرآن کریم کی تلاوت اگر گہرے طور پر کی جائے تو سب ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اس جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ”اور قرآن کریم جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں“۔ اب یہ دیکھیں اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ قرآن کریم میں جو حقانی علوم اور معارف ہیں وہ دنیا کی کسی کتاب میں بھی نہیں۔ پہلی کتب کو بھی دیکھ لیں، آنے والی کتب کو بھی دیکھ لیں، قرآن کریم میں ان سب کے متعلق کچھ بیان موجود ہے۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ Genetics کے متعلق بھی قرآن کریم میں علم موجود ہے اور شیطان نے جو اس

زمانہ میں تبدیلیاں پیدا کرنی تھیں مخلوق کے اندر اس کا بھی قرآن کریم میں ذکر موجود ہے۔ غرضیکہ کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو علم سے تعلق رکھتا ہو جس کا بیج قرآن کریم میں نہ ہو۔ وہ ذکر ضرور مل جائے گا اگر آپ تلاش کریں اور تلاش کرنے کی آنکھ ہو۔ "اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے"۔ یعنی انسان کے اندر جو بشری کمزوریاں ہیں ان سے بھی دل پاک ہوتا ہے۔ اور پھر "حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے"۔ قرآن کریم سے صرف یہ یقین پیدا نہیں ہوتا کہ کوئی ہے، کوئی ضرور خدا ہوگا۔ قرآن کریم خدا سے ملا دیتا ہے اور چونکہ ملا دیتا ہے اس لئے حق الیقین تک پہنچاتا ہے۔

پھر الحکم ۶؍مئی ۱۹۰۸ء میں یہ عبارت درج ہے: "ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف کو ہی خاتم الکتب یقین کرے اور اُسی شریعت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دنیا میں لائے تھے اسی کو ہمیشہ تک رہنے والی مانے۔ اور اس میں ایک ذرّہ بھر اور ایک شوشہ بھی نہ بدلے۔ اور اس کی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھودے اور اپنے وجود کا ہر ذرّہ اس راہ میں لگائے۔ عملاً اور علماً اس کی شریعت کی مخالفت نہ کرے تب پکا مسلمان ہوتا ہے"۔

اب اسلام کا دعویٰ کرنے والے یہ اعلان کرتے پھرتے ہیں کہ چاہے قرآن کریم کے سارے احکام کو توڑ دو صرف خاتم النبیین مان لو یعنی قرآن کریم کی ایک آیت کو مان لو اور اس کے وہ معنی مانو جو ہم کہتے ہیں ورنہ تم جہنم میں جاؤ گے اور اگر قرآن کریم کی صرف ایک آیت مانو اور ہر حکم توڑ دو، جیسا کہ پاکستان میں ہو رہا ہے۔ گناہ کا تو حال ہی کوئی نہیں رہا۔ بچے اغوا کرو، عورتوں کے ساتھ بے حیائی کرو، بچوں کے ساتھ بے حیائی کرو، ظلم کرو، سفاکی کرو، چھوٹے چھوٹے بچوں کو آگ میں ڈال دو، خودکشیاں کرو۔ مولوی کہتا ہے پاکستان میں، کہ یہ ساری چیزیں جائز ہیں صرف ایک ختم نبوت کا وہ معنی مانو جو ہم کرتے ہیں گویا سارا قرآن ایک طرف اور ایک آیت ایک طرف اور اس آیت کے بھی صرف وہ معنی جو مولوی کرتے ہیں اور پھر سب بے حیائیاں جائز ہیں۔

تو پاکستان میں آج کل جو ہو رہا ہے وہ یہی بے حیائیاں ہیں۔ ظلم، سفاکی، لوگوں کے پیسے مارنا اور کھانا۔ اب ہمارے جنرل مشرف صاحب اگر اتنا ہی کام کر دیں کہ جو غریبوں کے پیسے کھائے ہوئے ہیں بنی نوع انسان نے وہاں لوگوں نے، بنی نوع انسان کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے جو لوگوں نے پیسے کھائے ہوئے ہیں وہی واپس دلوا دیں تو بڑی نیکی ہوگی۔ مگر اس کے نتیجہ میں دشمنی بہت پیدا ہو رہی ہے۔ تو مجھے اپنی غرض نہیں ہے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اس ملک میں شرافت اور دیانت ہو اور جو تعریف کر رہے ہیں وہ اسلام کی وہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ کس حد تک پاکستان پر اثر کرنے والی ہو مگر اب تک تو اس بات پر قائم ہیں کہ اسلام وہی ہے جو شرافت ہے اگر شریفانہ زندگی بسر کرتے ہیں تو تم مسلمان ہو اور اگر بے حیا زندگی بسر کر رہے ہو تو تمہیں مسلمان کہنے کا اپنے آپ کو کوئی حق نہیں۔ تو اس پہلو سے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان میں احمدی سچے مسلمان ہیں مگر خدا کرے کہ باقیوں کو بھی یہ بات دکھائی دے جائے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۰۶ء۔ "جو شخص قرآن شریف کو چھوڑتا ہے سب کچھ چھوڑتا ہے۔ قرآن شریف میں سب باتیں موجود ہیں۔ اوّل آخر کے لوگوں کا اس میں ذکر موجود ہے"۔ "اول آخر کے لوگوں کا اس میں ذکر موجود ہے" یہاں مراد ہے اصل میں اول و آخر۔ اول آخر سے مراد یہ نہیں کہ سب سے پہلے تو آخرین کا ذکر ہے بلکہ مراد یہ ہے جو پہلے گزر گئے ہیں ان کا بھی قرآن کریم میں ذکر موجود ہے جو آخر پر آنے والے ہیں ان کا بھی ذکر موجود ہے۔ "وہ معارف سے بھرا ہوا ہے اور عین اعتدال کا مذہب ہے۔ فطرت انسانی کی ہر ایک شاخ اور اس کے ہر ایک پہلو کا علاج اس میں درج ہے"۔

"فطرت انسانی کی ہر ایک شاخ اور اس کے ہر ایک پہلو کا علاج اس میں درج ہے"۔ یہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں گویا کوزوں میں سمندر بند کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فطرت انسانی کو اللہ کی فطرت قرار دیا ہے۔ اس کی ہر شاخ موجود ہے قرآن کریم میں، اور مومن کو اس کی ہر شاخ سے استفادہ کرنا چاہئے، اس کی ہر شاخ کے پھل کھانے چاہئیں۔ اور ہر ایک پہلو کا علاج بھی اس میں درج ہے۔ اب جتنی بھی بیماریاں ہیں روحانی یا جسمانی ان سب کا علاج ہے۔ روحانی بیماریاں تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں اس کا علاج ہے ہی، جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہے۔ سورۃ فاتحہ کو جو شفا فرمایا گیا ہے اس کے متعلق یہ قطعیت سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں سورۃ فاتحہ کی برکت سے ایک ایسے چیف کو جو مسلمانوں میں سے بعض عرب جو سفر کر رہے تھے ان کے دشمن قبیلوں سے تعلق رکھتا تھا، اس کو شدید سر درد تھی۔ ایسی کہ کسی دوا سے آرام نہیں آرہا تھا۔ یہ بیچارے بھوک کے مارے ہوئے، براحال، مجبور ہو گئے کہ اپنے دشمن قبیلے میں جائیں اور انہوں نے پکڑ لیا اور چیف کے سامنے پیش کر دیا اور عام طور پر یہی ہوتا تھا کہ ان کو قتل کرنے کا حکم ملا کرتا تھا۔

چیف اس قدر شدید سر درد میں مبتلا تھا کہ کوئی دوا کام نہیں آرہی تھی اس نے کہا اچھا میں تمہیں چھوڑ بھی دوں گا کھانا بھی دوں گا اس شرط پر کہ میری سر درد ٹھیک کر دو۔ ان کو قرآن کریم میں سورۃ فاتحہ یاد تھی اور یہ بھی سنا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سورۃ فاتحہ میں صرف روحانی شفا نہیں جسمانی شفا بھی ہے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے پانی منگوایا سورہ فاتحہ دم کی اور اس کو پانی پلا دیا۔ ایسا اثر ہوا کہ جیسے درد تھی ہی نہیں، پانی پیتے ہی کلیۃً درد غائب ہو گئی۔ اس پر اس نے تعجب سے کہا کہ مجھے تو کوئی درد نہیں ہے۔ ان کو کھانا وانا کھلایا، ان کی عزت افزائی کی، گوشت ساتھ کیا اور ساتھ بکری بھی دی یا کوئی اور جانور کھانے والا، بھیڑ یا بکری، اور کہا کہ اب تم خوشی سے اپنے گھر جاؤ۔

ان کی آپس میں بحث چل پڑی۔ ایک نے کہا قرآن کریم میں تو آتا ہے کہ قرآن کریم کی آیتوں کا بیچنا جائز نہیں، ہم نے سورۃ فاتحہ گویا بیچ دی۔ دوسرے نے دلیل دی کہ دیکھو یہ بیچنا نہیں ہے اول تو بیچنے میں شرط ہوا کرتی ہے ہم نے ہرگز اس سے کوئی شرط نہیں لگائی تھی۔ دوسرے قرآن کریم میں سورۃ فاتحہ میں شفا ہے اسکا اثر ہم دیکھ چکے ہیں اس کے نتیجہ میں جو کچھ دیتے ہیں وہ حلال ہے، جائز ہے، ہرگز حرام نہیں۔ یہ بحث کرتے کرتے دونوں آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کے پوچھا کہ کیا ہے اس میں کون سچا ہے؟۔ رسول اللہ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا کہ کیا لائے ہو کچھ ہے کھانے والا تو جو گوشت اس نے دیا تھا وہ ٹکڑے پاس تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا۔ آپ نے مسکرا کے وہ کھایا اور کہا کہ یہ حرام نہیں ہے۔ حرام ہوتا تو میں کیوں کھاتا۔ تو قرآن کریم میں سورۃ فاتحہ میں ایک ظاہری شفا بھی ہے اور روحانی شفا بھی ہے اور ہر شفا موجود ہے اگر اس سے استفادہ کیا جائے۔ اس قسم کے اور بہت سے ذکر لمبے میرے ذہن میں ہیں جو بیان کئے جا سکتے ہیں مگر اس وقت، وقت اجازت نہیں دیتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں، الحکم ۳۱؍جنوری ۱۹۰۱ء۔ "کامیاب وہی لوگ ہوں گے جو قرآن کریم کے ماتحت چلتے ہیں۔ قرآن کو چھوڑ کر کامیابی ایک ناممکن اور محال امر ہے"۔ پھر فرماتے ہیں "یاد رکھو کہ جس نے قرآن کریم کے الفاظ اور فقرات کو جو قانون ہیں ہاتھ میں نہیں لیا اُس نے قرآن کا قدر نہیں سمجھا"۔ (الحکم ۱۷؍نومبر ۱۹۰۰ء)۔ قرآن کریم ایک قانون کی کتاب ہے اور اس کو محض تبرک کا پڑھنا برکت تو دیتا ہے مگر ان لوگوں کو جو اس کے قانون کی قدر بھی ساتھ کرتے ہیں۔ پس جنہوں نے قرآن کریم کو برکت کے لئے پڑھا یا پڑھایا اور اس کے قوانین پر عملدرآمد نہیں کیا وہ قرآن کریم کے قدر کو سمجھتے ہی نہیں۔

ہم عام طور پر کہتے ہیں قرآن کریم کی قدر مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں قرآن کا قدر لکھا ہے۔ انہوں نے قرآن کا قدر نہیں کیا۔ تو یا تو قدر کا لفظ مؤنث اور مذکر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اگر نہیں بھی ہوتا تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس استعمال کے بعد اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ قرآن کی عظمت کی خاطر مسیح موعود نے مذکر لفظ قدر پڑھا ہے تو ہم بھی مذکر ہی پڑھیں گے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اُس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے"۔ جس طرح سورج نکل آتا ہے تو شمعوں کی ضرورت نہیں رہتی، چراغ بجھا دئے جاتے ہیں۔ بجھاؤ یا نہ بجھاؤ بے معنی ہو جایا کرتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو"۔

وہی مضمون ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا۔ کسی نے اپنے معشوق کے متعلق کہا ہوا ہے کہ اس کی روشنی کے سامنے جب شمع کو دیکھا تو اس میں کچھ بھی نور نظر نہیں آتا تھا۔ تو قرآن کریم کی روشنی ایسی واضح اور کھلی اور روشن ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے باقی کتابوں کے منہ پھیکے پڑ جاتے ہیں۔

"کوئی ذہن ایسی صداقت نہیں نکال سکتا جو پہلے ہی سے اُس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر کسی دل پر ڈال نہیں سکتی جیسے قوی اور پُر برکت اثر لاکھوں دلوں پر وہ ڈالتا آیا ہے۔ اور وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ حق تعالیٰ کا ایک نہایت مصفا آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیہ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے"۔ (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد ۲۔ حاشیہ صفحہ ۲۳، ۲۴)۔ سالک، سفر کرنے والا جو قرآن کریم کی متابعت میں چلتا ہے آگے اس کو سب کچھ ملتا ہے جو کچھ بھی اس کو چاہئے ہو۔ اب یہ اپنی اپنی پہنچ ہے کہ کون کس حد تک قرآن کریم کے معارف سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

پھر فرمایا "جو شخص پوری نیکی کرتا ہے اور اس کو ادھورا اور ناقص نہیں چھوڑتا اور قرآن شریف کی تعلیم کا پورا پابند اپنے آپ کو بنا لیتا ہے، وہ یقیناً ولی اور ابدال ہو جاتا ہے"۔ (الحکم ۲۴؍ستمبر ۱۹۰۴ء)۔ یہاں بعض دفعہ لوگ گھبرا بھی جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جماعت سے بہت اعلیٰ توقعات رکھی ہوئی ہیں اور ہر کس و ناکس ان توقعات پر پورا اتر نہیں سکتا۔ اس سلسلہ میں میں ہمیشہ یہ کہتا رہتا ہوں کہ کوشش کرو کہ پورا اترو۔ اگر قرآن کریم کی تعلیم کے آغاز ہی سے شروع کرو اور رفتہ رفتہ قدم آگے بڑھاؤ تو اللہ تعالیٰ کمزوریوں کو دور کرتا چلا جاتا ہے اور جس موقع پر بھی وفات ہو، وہیں اللہ تعالیٰ کی رضا مل جاتی ہے۔ تو سفر شرط ہے اور خدا کی راہ میں قرآن کریم کے ذریعہ سفر

اختیار کیا جائے تو انسان کسی حالت میں بھی کفر کے طور پر نہیں مرتا۔ جہاں مرتا ہے خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ پاکیزہ حالت میں جان دیتا ہے۔

پس یہ فقرہ ڈرانے کے لئے نہیں بلکہ ہمت بڑھانے کے لئے ہے۔ "جو شخص پوری نیکی کرتا ہے اور اس کو ادھورا اور ناقص نہیں چھوڑتا اور قرآن شریف کی تعلیم کا پورا پابند اپنے آپ کو بنا لیتا ہے وہ یقیناً ولی اور ابدال ہو جاتا ہے"۔ ابدال کے متعلق کہتے ہیں کہ کچھ ایسے لوگ ہر وقت پائے جاتے ہیں اور عام طور پر مشہور ہے کہ چار ابدال ہوتے ہیں کہ جنہوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا ہے یعنی ان کی وجہ سے انسان مختلف مصائب اور ہلاکتوں سے بچا رہتا ہے تو چار ہوں یا زیادہ ہوں میں تو نہیں سمجھتا کہ مولویوں کی یہ بات درست ہے کہ صرف چار ہی ابدال ہوتے ہیں۔ بہت زیادہ بھی ہو سکتے ہیں لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ابدال کے ساتھ چار کا ذکر کیا ہو تو پھر احتراماً اور اس یقین کے ساتھ ہمیں سر جھکانا چاہئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب چار کہا ہے تو گویا چارپایوں کے طور پر بیان ہوا ہے، کسی چیز کے چار پائے ہوں تو وہ اپنی ذات پہ قائم ہو جاتی ہے۔ پس ابدال امت میں بہت ہوں گے مگر ان کا یہ درجہ ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے کہ وہ چارپایوں کے طور پر اپنے اوپر ساری امت کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ امت کا بوجھ اٹھانے سے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ بات لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے خلاف ہے۔ امت کا بوجھ یہ ہے کہ ان کی وجہ سے، ان کے صدقے امت کی بہت سی برائیاں اور کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں۔

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۶۱۔ "میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم ﷺ سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحبِ کرامات بنا دیتا ہے"۔ اب یہ کرامتیں جو ہیں یہ انسان دکھانے کے لئے تو اختیار نہیں کرتا، نہ کرنی چاہئیں مگر کرامتیں جاری ضرور ہوتی ہیں اور میں کسی احمدی گھر کو نہیں جانتا جس میں کرامت نہ نازل ہوئی ہو، کسی نہ کسی کرامت کے سب گواہ ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی برکت سے یہ کرامات احمدی گھروں کو بھی نشان کے طور پر دکھائی جاتی ہیں۔

چنانچہ اس ضمن میں کہ وہ کرامات کیسے ادا ہوتی ہیں حضرت میاں عبداللہ سنوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ "میں نے ایک دفعہ حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور مَیں جب قادیان آتا ہوں تو اَور تو کوئی خاص بات محسوس نہیں ہوتی مگر مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ یہاں وقتاً فوقتاً یک لخت مجھ پر بعض آیات قرآنی کے معنی کھولے جاتے ہیں"۔ اب وہ ان پڑھ تھے قریباً اور قرآن کریم کی آیات کے کئی معانی ان پر کھولے جاتے تھے مگر قادیان میں آکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں۔ "اور مَیں اس طرح محسوس کرتا ہوں کہ گویا میرے دل پر معانی کی ایک پوٹلی بندھی ہوئی گرا دی جاتی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ ہمیں قرآن شریف کے معارف دے کر ہی مبعوث کیا گیا ہے اور اسی کی خدمت ہمارا فرض مقرر کی گئی ہے پس ہماری صحبت کا بھی یہی فائدہ ہونا چاہئے"۔ (سیرت المہدی حصہ اول۔ صفحہ ۱۰۱)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آج بھی آپ کی صحبت ہو سکتی ہے اگر روحانی طور پر آپ مسیح موعود کے قریب ہوں اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے بھی صحبت اختیار کرنی ہو تو مسیح موعودؑ کے واسطے سے یہ صحبت مل سکتی ہے۔ جیسا کہ فرمایا "صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا"۔ تو زمانے پاٹ گئے ہیں اور اللہ کے فضل کے ساتھ ان آخرین میں آپ ہیں جن کو اولین سے ملا دیا گیا ہے۔

چشمہ معرفت صفحہ ۳۰۰، روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۱۴ پہ درج ہے: "اگر کوئی قرآن شریف کی سچی پیروی کرے اور کتاب اللہ کے منشاء کے موافق اپنی اصلاح کی طرف مشغول ہو اور اپنی زندگی نہ دنیاداروں کے رنگ میں بلکہ خادمِ دین کے طور پر بناوے اور اپنے تئیں خدا کی راہ میں وقف کر دے اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت رکھے اور اپنی خود نمائی اور تکبر اور عُجب سے پاک ہو اور خدا کے جلال اور عظمت کا ظہور چاہے نہ یہ کہ اپنا ظہور چاہے۔ اور اِس راہ میں خاک میں مل جائے تو آخری نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ وہ کمالاتِ الٰہیہ عربی فصیح و بلیغ میں اس سے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کلام لذیذ اور باشوکت ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوتا ہے، حدیث النفس نہیں ہوتا"۔

یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو ذکر کر رہے ہیں یہ خطبۂ الہامیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر معارف نازل ہوئے ہیں جو نہایت ہی گہرے اور بلیغ معارف ہیں اور ایسے الفاظ میں ادا ہوئے ہیں جن کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کوئی بھی علم نہیں تھا۔ بعض دفعہ خطبۂ الہامیہ میں آپ کسی جگہ رکتے تھے تو فرماتے ہیں کہ میرے سامنے وہ لفظ لکھا ہوا آ جاتا تھا جو میں کہنا چاہتا تھا بات۔ اور وہی لفظ میں ادا کر دیتا تھا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں جو معارف ہیں، عربی فصیح و بلیغ کے وہ عام لوگوں کو تو عطا نہیں ہوتے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا نمونہ ضرور دکھا دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ اور بھی کثرت کے ساتھ ایسے معارف جماعت احمدیہ کو عطا فرمائے۔

پھر فرماتے ہیں "جو شخص قرآن شریف کا پیرو ہو کر محبت اور صدق کو انتہا تک پہنچا دیتا ہے وہ ظلّی طور پر خدا تعالیٰ کی صفات کا مظہر ہو جاتا ہے۔ یہ سب نتیجہ اس زبردست طاقت اور خاصیت کا ہوتا ہے جو خدا کے کلام قرآن شریف میں ہم مشاہدہ کرتے ہیں وہ زبردست طاقت اور خاصیت کسی اور کتاب میں نہیں جو کسی قوم کے نزدیک کتاب الہامی سمجھی جاتی ہے"۔ (چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۲۷)۔ اب میں زیادہ وقت نہیں لگا سکتا اس پہ کیونکہ اب وقت ختم ہو رہا ہے، نمازیں بھی پڑھنی ہیں تو اب میں سادہ صرف پڑھ لوں گا جتنا پڑھا جائے باقی اگر کچھ بچ گیا تو پھر وہ اگلے خطبہ میں یہی مضمون جاری رہے گا۔

فرمایا "یقیناً سمجھو کہ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ ہم بغیر آنکھوں کے دیکھ سکیں یا بغیر کانوں کے سن سکیں یا بغیر زبان کے بول سکیں اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ بغیر قرآن کے اس پیارے محبوب کا منہ دیکھ سکیں" (یعنی اللہ تعالیٰ کا)۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۳)

"مَیں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۲)

پھر فرماتے ہیں: "غرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اُس کی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا اُن کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ چنانچہ مَیں یہی دعویٰ رکھتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اگر دنیا کے تمام مخالف کیا مشرق کے اور کیا مغرب کے ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور نشانوں اور خوارق میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اور توفیق سے سب پر غالب رہوں گا اور یہ غلبہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ میری روح میں کچھ زیادہ طاقت ہے بلکہ اس وجہ سے ہوگا کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس کے کلام قرآن شریف کی زبردست طاقت اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانی قوت اور اعلیٰ مرتبت کا مَیں ثبوت دوں اور اُس نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ مَیں اُس کے عظیم الشان نبی اور اس کے قوی الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں"۔ (چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

پھر فرماتے ہیں: "جو لوگ قرآن شریف پر ایمان لائیں گے ان کو مبشر خوابیں اور الہام دیئے جائیں گے یعنی بکثرت دیئے جائیں گے ورنہ شاذ و نادر کے طور پر کسی دوسرے کو بھی کوئی سچی خواب آ سکتی ہے مگر ایک قطرہ کو ایک دریا کے ساتھ کچھ نسبت نہیں اور ایک پیسہ کو ایک خزانہ کے ساتھ کچھ مشابہت نہیں۔ اور پھر فرمایا کہ کامل پیروی کرنے والے کی رُوح القدس سے تائید کی جائے گی یعنی اُن کے فہم اور عقل کو غیب سے ایک روشنی ملے گی اور اُن کی کشفی حالت نہایت صفا کی جائے گی اور اُن کے کلام اور کام میں تاثیر رکھی جائے گی اور اُن کے ایمان نہایت مضبوط کئے جائیں گے اور پھر فرمایا کہ خدا اُن میں اور اُن کے غیر میں ایک فرق بیّن رکھ دے گا یعنی بمقابل اُن کے باریک معارف کے جو اُن کو دئے جائیں گے اور بمقابل اُن کے کرامات اور خوارق کے جو اُن کو عطا ہوں گی دوسری تمام قومیں عاجز رہیں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قدیم سے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوتا چلا آتا ہے اور اس زمانہ میں ہم خود اس کے شاہد رویت ہیں"۔

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۱۰)

اب اقتباسات زیادہ رہ گئے ہیں۔ میں ایک اقتباس پڑھ لیتا ہوں کیونکہ نمازیں بھی پڑھنی ہیں جمعہ اور ساتھ عصر کی نماز جمع ہو گی۔

"قرآن شریف کی معجزانہ تاثیرات سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی کامل پیروی کرنے والے درجہ قبولیت کا پاتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول ہو کر خدا تعالیٰ اپنی کلام لذیذ اور پُر رعب کے ذریعہ سے ان کو اطلاع دیتا ہے"۔ اب یہ دعاؤں کی مقبولیت جو ہے جماعت احمدیہ میں تو اس کثرت سے ملتی ہے کہ اس کا شمار ہی ممکن نہیں لیکن یہ جو حصہ ہے کہ "اپنی کلام لذیذ اور پر رعب کے ذریعہ ان کو اطلاع دیتا ہے"۔ اس میں ضروری نہیں کہ ان کو الہام ہی ہو۔ بسا اوقات خوابیں بھی مومنوں کے الہام کی طرح ہی ہوتی ہیں۔ جو سچی خوابیں ہیں وہ بھی نبوت کا ایک حصہ ہیں پس اللہ تعالیٰ ان کو سچی رؤیا کے ذریعہ ایسی خبریں عطا کر دیتا ہے جو ہم نے دیکھا ہے کہ بہرحال پوری ہو کر رہتی ہیں۔ تو اس طرح قرآن شریف کی برکت ہے یہ کہ اس کے ذریعہ سے دعائیں قبول ہوتی ہیں اور انسان کو معجزے عطا کئے جاتے ہیں۔

"اور خاص طور پر دشمنوں کے مقابل پر ان کی مدد کرتا ہے"۔ اور یہ ایک حصہ تو ایسا ہے جو اس قدر عام ہے کہ اس کو اکٹھا کر کے کتاب کی صورت میں لکھا جائے تو ہزارہا صفحے کی کتاب بن جائے گی کس طرح دشمنوں کے مقابل پر اللہ تعالیٰ مظلوم احمدیوں کی مدد فرماتا ہے۔ یہ بے شمار واقعات ہیں۔ اور فرمایا "اور تائید کے طور پر اپنے غیب خاص پر ان کو مطلع فرماتا ہے"۔ (چشمۂ معرفت صفحہ ۲۵۹۔ حاشیہ)

انشاء اللہ اگلے جمعہ میں باقی لے لیں گے کیونکہ اب وقت بہت تھوڑا رہ گیا ہے۔